

جامعہ حقانیہ کاترجمان

ساہیوال
سرگودھا

الحقانیہ

مجلد

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مارچ ۲۰۱۵ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

3	شیخ الحدیث مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
15	درس حدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
18	ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ
20	قصاص معاف کرنے کا اختیار فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
27	اصلاح اعمال حضرت الاستاذ مولانا صوفی محمد سرور مدظلہم
33	آہ! حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا حمزہ احسانی زید مجاہد
40	توارخ وفات ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم
46	حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے وصال پر محترم انجم نیازی صاحب
47	اخبار الجامعہ مولانا محمد آصف چنیوٹی
48	

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فاسٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

احقرنا کارہ کئی دن سے سفر پر تھا، اسلام آباد سے واہ کینٹ جاتے ہوئے موبائل پر برادر مولانا طاہر مسعود صاحب زید مجدہم نے اطلاع دی کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی انتقال فرما گئے ہیں احقر نے فوراً انہیں فون کیا اور تفصیلات معلوم کیں، معلوم ہوا کہ وہ ملتان میں وفاق المدارس کے تحت منعقد ہونے والے سیمینار سے خطاب فرما کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوئی اور وہ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش آج سے تقریباً ۸۰ سال قبل موضع سلیم پور تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ کے ایک دینی گھرانہ میں ۵ جون ۱۹۳۴ء کو ہوئی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ محمد یوسف مرحوم تھا جو متوسط درجہ کے زمیندار اور کاشتکار تھے، حضرت لدھیانوی نے ابتدائی تعلیم سلیم پور کے گورنمنٹ ہائی سکول میں حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔

مارچ ۴۹ء میں شورکوٹ میں مڈل کا امتحان دیا، پھر دینی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ربانیہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد میں داخلہ لے لیا، دو سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تین سال تک اشرف الرشید جو فیصل آباد کے ایک قصبہ میں قائم تھا وہاں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۳، ۱۹۵۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں دورہ حدیث شریف کیا وہاں دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی شریف پڑھی، اور مسلم شریف حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی، اصلاح باطن کے لیے آپ نے حضرت

مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے برابر اصلاحی تعلق رکھا، حضرت سید نفیس الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روحانی تعلق رکھا اور انہوں نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد پہلے ایک سال مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں پڑھایا، پھر قاسم العلوم ملتان میں پھر مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کبیر والا طلب فرمالیا، یہاں آپ نے پندرہ سال تدریس کی اس کے بعد ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۹۷۲ء سے کھروڑ پکا مدرسہ باب العلوم میں تا آخر حیات تدریس کے فرائض سرانجام دیے، حضرت خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر بھی آپ کو بنایا گیا۔

آپ کی دینی، علمی، تدریسی، تصنیفی اور تحریری خدمات کا دورانیہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے، اس دوران ہزاروں علماء کرام نے آپ سے فیض حاصل کیا، بڑے بڑے اساتذہ کرام اور شیوخ الحدیث آپ کے تلامذہ اور شاگردوں میں شامل ہیں اسی طرح ”خطبات حکیم العصر، مجالس حکیم العصر، درس بخاری شریف“ آپ کی بہترین یادگار ہیں۔ دینی تعلیم اور تدریس کے علاوہ طلبہ کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، مسلک علماء حق علماء دیوبند اور ان کے مسلکی مزاج میں ڈھالنے کے لیے آپ کے ہاں خصوصی تربیت دی جاتی تھی، اپنے اکابر اور ان کے مسلک و مشرب سے آپ کو بے حد تعلق تھا اس مسلک کے علماء کرام سے آپ خاص تعلق اور عقیدت رکھتے تھے اور ان کی خوب قدر فرماتے تھے، اسی نسبت سے احقر کے والد ماجد یادگار اسلاف فقیہ وقت حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ سے حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خاص تعلق اور عقیدت تھی، ان کی علمی، فقہی تحقیق پر کامل اعتماد فرماتے تھے اسی نسبت سے احقرنا کارہ پر بھی شفقت فرماتے تھے، مختلف اجلاس، جلسوں میں جہاں ملاقات ہوتی ہمیشہ عنایت فرماتے، حضرت سے متعلق چند واقعات جو اس وقت یاد آگئے ہیں پیش خدمت ہیں امید ہے کہ قارئین بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”مشکلات القرآن“ جب پہلی دفعہ شائع ہوئی تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مبسوط و مفید مقدمہ بنام ”یتیمۃ البیان فی شی من علوم القرآن“ کے نام سے تحریر فرمایا اس میں حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم سے متعلق عظیم مضامین تحریر فرمائے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت نے اس کے ساتھ ہی ایک فصل میں اہل حق کی تفاسیر کا تعارف بھی کرایا اور پھر اہل باطل کی ان نام نہاد تفاسیر کا رد بھی فرمایا جن میں اہل حق کی مخالفت کی گئی ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی تفاسیر کی مثال میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے افادات پر مشتمل ”بلغة الحیر ان“ کا بھی ذکر کیا جبکہ اس میں بھی کئی مقام پر اہل حق کے خلاف تفسیر موجود ہے، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متوسلین نے حضرت بنوری کی اس تحریک کو اپنی تائید میں پیش کیا، چنانچہ صاحب ”اقامة البرہان“ مولانا سجاد بخاری مرحوم نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ اس سلسلہ میں یہ تھے:

”وبعد ذلك وفي اثناء ذلك تابعت تراجم القرآن وفوائده التفسيرية بعضهم من اهل الحق كتفسيرات ترجمة القرآن افادها العالم العامل العارف مولانا الشيخ حسين على الفنجابي اطلال الله بقاءه من تلامذة قطب العصر مولانا المحدث ابي مسعود رشيد احمد الكنكوهي الديوبندي المتوفى ١٣٢٣ هـ“ (یتیمۃ البیان)

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت پڑھ کر آپ کو درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

مکرم و محترم جناب مولانا صاحب اطلال اللہ بقاءہ و متعنا بہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے؟ بلا تمہید عرض ہے کہ ان دنوں ”مشکلات

القرآن کے مقدمہ میں تفاسیر پر جناب والا کا محققانہ تبصرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ص ۲۹ پر جناب نے مولانا حسین علی صاحب مرحوم کی ”تقریرات ترجمہ قرآن مجید“ کو بعضہا من اہل الحق کی مثال میں ذکر فرمایا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) ان تقریرات سے وہ مجموعہ مراد ہے جو ”بلغۃ الخیر ان“ کے نام سے موسوم ہے یا کوئی اور؟۔

(۲) یہ رائے آپ نے ”بلغۃ الخیر ان“ کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمائی ہے یا حسن ظن کے طور پر بغیر دیکھنے کے تحریر فرمادیا؟۔

(۳) اگر آجناب نے مطالعہ فرمایا ہے تو کیا آپ ان کی تحقیقات کو حق سمجھتے ہیں یا اسلاف کے خلاف ہونے کی وجہ سے آپ ان کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں؟۔

(۴) ”بلغۃ الخیر ان“ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو آپ کتاب حاصل کر کے صرف سورہ بقرہ کے ان مقامات کو دیکھ کر رائے عالی سے مطلع فرمائیں (۱) ذبح بقرہ (۲) فاتو بسورۃ من مثله (۳) لاتنقلوا راعنا (۴) تحویل قبلہ کی تحقیق (۵) من یکفر بالطاغوت بمع تفسیر آیت الکرسی اور بھی کئی مقامات قابل غور ہیں۔ یہ صرف نمونہ کے طور پر ہیں آپ کی رائے میرے لیے اطمینان بخش ہوگی، جواب جلدی مرحمت فرمائیں اور اپنے قلم سے تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

۳ رذی الحجہ ۸۳ھ بروز اتوار

حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں درج ذیل والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام زادت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نامہ گرامی مؤرخہ ۳ رذی الحجہ ۸۳ھ مل گیا جواباً عرض ہے کہ میری مراد ”بلغۃ الخیر ان“ ہی ہے لیکن اس وقت چند مقامات سرسری مطالعہ کئے تھے اور حضرت مولانا میانوالوی کے متعلق اجمالاً عقیدت تھی اس کے پیش نظر لکھا اس کے بعد معلوم ہوا کہ اہل حق

کے مسلک سے بعید اشیاء موجود ہیں اس لیے خواہش ہوئی کہ جب طبع ثانی کا موقع آئے گا اس پر تنبیہ کی جائے گی، توقع ہے کہ عنقریب موقع آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ان مقامات اور مزید مقامات دیکھ کر سابقہ خیال سے رجوع کر لوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ تو ایک طالب علمانہ کوشش تھی جواب سے ٹھیک ۲۷ سال قبل انجام پذیر ہوئی تھی، کچھ مسائل شاذ تو پہلے ان کے معلوم تھے لیکن اتنا نہیں جتنا آج معلومات ہوئیں بہر حال آپ کی مخلصانہ تنبیہ کا شکر گزار ہوں، جزاکم اللہ خیر، ان الدین النصیحة، والسلام
محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”یتیمۃ البیان“ میں اس تفسیر کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا وہ حضرت میانوالوی سے محض اجمالی عقیدت کی بنیاد پر تھا حضرت نے خود اس کا مطالعہ نہیں فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب آپ کو ان مقامات کے دیکھنے کا موقع ملا تو آپ نے ان سے اختلاف فرمایا اور ان کو قابل نظر ثانی قرار دیا اور حسب وعدہ ”یتیمۃ البیان“ کی دوسری اشاعت میں اس کا ذکر بھی فرما دیا چنانچہ آپ کی عبارت یہ ہے:

ثم ظهر في ما بعد ان اماليه هذه فيها مؤاخذات وانتقادات زل فيها القلم
عن الجادة القويمة لاندري هل هي من الضابط او صاحب الامالي فيستانف
النظر فيها و آيت في عدة مواضع ما يحتاج الى التنبيه على التقصير في التفسير
فمنها اية ذبح البقرة ومنها في قوله فاتوا بسورة من مثله وفي قوله ولا تقولوا راعنا
وفي اية تحويل القبلة وفي قوله فمن يكفر بالطاغوت وفي اية الكرسي وغيرها
وسمعت ان بعض الافاضل من اهل العصر قام بالرد عليه فافرد فيه تاليفا والى
الله المشتكى۔ (۲۵)

(ترجمہ) اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس امالی میں کئی باتیں قابل مآخذہ و لائق نقد

ہیں جن میں قلم صحیح راستہ سے بھٹک چکا ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ زلت قلم خود حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف سے ہے یا لکھنے والوں کی طرف سے، بہر حال ان مقامات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، میں نے خود بھی اس کے بعض مقامات دیکھے ہیں ان میں تفسیر کے اندر غلطی کی گئی ہے اور ان پر تنبیہ بہت ضروری ہے، ان میں آیت ذبح بقرہ.... وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں میں نے سنا ہے کہ زمانہ حاضر کے بعض فضلاء نے اس کتاب کی مستقل تردید کی ہے اور ایک الگ کتاب اس موضوع پر لکھی ہے، الخ۔

”بعض الافاضل“ سے غالباً مؤلف ہدایۃ الحیر ان حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ”بلغۃ الحیر ان“ اور ”جواہر القرآن“ کے رد میں مستقل تالیف ”ہدایۃ الحیر ان“ ہی ہے۔

تفصیل احقر کی کتاب ”توضیح البیان لما فی ہدایۃ الحیر ان“ میں ہے، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ وضاحت حضرت مولانا لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی کرائی ہے اگر اس وضاحت کا موقع نہ آتا تو فریق مخالف پہلی عبارت کو اپنے مسلک کی حقانیت پر ججت قاطعہ قرار دینے کی سعی لا حاصل کرتا رہتا، اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی سعی اور کوشش سے یہ مسئلہ بخوبی حل ہوا، فللہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔

فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص کان میں پانی ڈال لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ایک مرتبہ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ ساہی وال تشریف لائے تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے اس مسئلہ پر یہ اشکال فرمایا کہ کان میں پانی ڈالنے میں بظاہر صلاح بدن کا معنی متحقق ہے تو پھر عدم فساد صوم کی وجہ کیا ہے؟ صلاح بدن پائے جانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹنا چاہئے جبکہ فقہاء کرام عدم فساد کی تصریح فرما رہے ہیں، حضرت والد صاحب نے اس کے جواب میں جو تحقیق آپ کو لکھ

کر بھیجی اس سے یہ اشکال پورے طور پر رفع ہوا اور آپ کو مکمل طور پر اطمینان ہو گیا، یہ تحقیق پڑھ کر آپ نے درج ذیل مکتوب حضرت کو تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرم فرمائے بندہ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عنایت نامہ مل کر باعث اطمینان قلب ہوا، تحریر فرمودہ تحقیق بالکل صحیح اور ہر قسم
کے شبہات کے لیے قاطع ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علوم
سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق دے۔

باب العلوم میں ہر طرح خیریت ہے دورہ حدیث شریف تک سب اسباق جاری
ہیں، دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے اپنی مرضیات پر
چلنے کی توفیق دے، فقط والسلام

دعا جو عبد المجید غفرلہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

افادہ عام کے لیے ذیل میں یہ تحقیق بھی حضرت والد صاحب کے مجموعہ فتاویٰ
”امداد السائل“ سے نقل کی جا رہی ہے تاکہ دونوں حضرات کے لیے صدقہ جاریہ اور آخرت
میں رفع درجات کا باعث ہو۔

مکتوب گرامی

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ساہی وال ضلع سرگودھا الی مولانا عبد المجید مدرسہ باب العلوم کھڑک پکا ضلع ملتان
مولانا المکرم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے یہ احقر بجمہ اللہ بخیریت ہے۔ گزشتہ
سال ایک آنکھ کا موتیا کا آپریشن لاہور میں ہوا تھا مگر کام کرنے سے اس میں جلن ہو جاتی ہے۔
دعا کی درخواست ہے۔ دوسری آنکھ بھی اب جلدی آپریشن کے قابل ہونے والی ہے۔
اس وقت باعث تحریر یہ ہے کہ تقریباً عرصہ پانچ سال کا ہو گیا ہے آپ ساہی وال

مختصر وقت کے لئے تشریف لائے تھے، اس وقت مولوی محمد خان سہابی وال مدرسہ عربیہ حنائیہ میں پڑھاتے تھے اس وقت آپ نے یاد پڑتا ہے یہ ذکر کیا تھا کہ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ بظاہر اس صورت میں بھی معنی صلاح بدن کا وصول ہو جاتا ہے۔ یہ اشکال ذہن میں آتا رہا اور کئی مرتبہ اس کا حل بھی ذہن میں آیا مگر آپ کو لکھنے کا موقع نہیں مل سکا کل ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک عبارت تو یہ نظر سے گزری:

الاتری ان تقطر الدھن فی الاذن مفسد دون یقطر الماء ان طریق الاستعمال واحد بل مفطر الصوم هو الاکل والشرب فتقطر الدھن فی الاذن منتفع به دون تقطیر الماء فلذا فرق بینہما کذا قال مولا اشرف علی رحمہ اللہ (طبی جوہر ص ۹۷)

اس عبارت سے تو تقطیر دھن اور تقطیر ماء میں انتفاع اور عدم انتفاع کا فرق معلوم ہوا اور فتح القدیر کی عبارت ذیل سے تقطیر الماء فی الاذن کے عدم انتفاع کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

وبسطہ فی الکفا فی فقال لان الماء یفسد بمخالطة خلط داخل فی الاذن فلم یصل الی الدماغ شیء یصلح له فلا یحصل معنی الفطر فلا یفسد (فتح القدیر ص ۲۷ ج ۲)

اس سے تقطیر الدھن اور تقطیر الماء فی الاذن کا فرق واضح ہو گیا اور اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ تقطیر الماء فی الاذن کے بعد بوجہ خلط فی الاذن کے صلاحیت نہیں رہتی۔ اور اگر قاضی خان وغیرہ کے مذہب پر اشکال ہو کہ ان حضرات نے قصد و اختیار سے کان میں پانی ڈالنے کو مفطر فرمایا ہے تو باوجود عدم انتفاع کے یہ مفطر کیوں ہے؟ تو اس اشکال کا حل اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اپنے قصد و اختیار سے جب پانی ڈالا گیا تو اس فعل کو ہی موصول الی الجوف قرار دے دیا گیا اور صلاح بدن کا اعتبار نہیں کیا گیا جیسا کہ قاضی خان کے مسلک

کی تعمیل میں علامہ ابن ہمام نے نقل فرمایا ہے:

لانه موصل الى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن كما لو ادخل خشبة وغيبها (ص ۷۳ ج ۲)

اب آپ غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ والسلام

۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

ایک مرتبہ حضرت مولانا لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بعض دیگر علماء کرام اور حضرت والد صاحب سب حضرات سرگودھا میں حضرت مولانا عبد العزیز رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر تھے اس مجلس میں ایک عالم نے غراب کا مسئلہ بیان کیا کہ ”ہدایہ“ میں تصریح ہے کہ یہ حلال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو تناول بھی فرمایا ہے۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ غراب زرع اور زراغ معروف حلال ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو تناول فرمایا ہے مگر وہ عالم اس پر مصر تھے کہ ”ہدایہ“ میں اسی طرح لکھا ہے۔ ”ہدایہ“ منگوا کر جب ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اس میں دکھائیں تو انہوں نے ایک عبارت پیش کی جس میں ارنب اور غراب کی حلت کا ذکر تھا اور نیچے یہ عبارت تھی: وقد اكل رسول الله عليه وسلم۔ اور یہ عبارت غراب کے تحت تھی حضرت لدھیانوی نے والد صاحب کو متوجہ فرمایا کہ یہ عبارت قابل غور ہے حضرت والد صاحب نے عبارت دیکھ کر ان سے فرمایا کہ اس کا تعلق غراب سے نہیں بلکہ ارنب سے ہے آپ اس پر غور فرمائیں، حضرت لدھیانوی نے غور کے بعد تائید فرمائی اور پھر ان عالم نے بھی تسلیم کر لیا اس طرح یہ مغالطہ ختم ہوا۔

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی مرتبہ جامعہ حقانیہ ساہیوال تشریف لائے، حضرت والد صاحب سے پرانے تعلقات تھے اس لیے سرگودھا حضرت مولانا عبد العزیز رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کے موقع پر ساہی وال بھی تشریف لے آتے

تھے ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے انہیں جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسہ پر بھی دعوت دی وہ اس میں تشریف لائے، اس موقع پر خوب مجلس کا موقع ملا اور آپ نے جلسہ سے خطاب بھی فرمایا، حضرت نے اس موقع پر اپنے جو تاثرات قلم بند فرمائے وہ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد الله وحده ونصلی ونسلم علی من لانی بعدہ، اما بعد!

بقیۃ السلف فقیہ العصر الشیخ المفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے، آپ کی ذات میں تھانوی نسبت اور مدنی نسبت کا نہایت موزوں اور حسین امتزاج ہے جو نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ احقاق حق ابطال باطل کے جذبہ سے معمور ہیں نہایت اہم موضوعات پر آنجناب کی تحریرات عوام و خواص سب کے لیے روشنی کا مینار ہیں افتاء کی استعداد تو موروثی ہے آپ کی سرپرستی میں جاری و ساری جامعہ حقانیہ میں حاضری کا موقع بار بار ملا، ہر دفعہ روحانیت کی تازگی محسوس کی اب جلسہ کے موقع پر حاضری کے وقت آنجناب کے صاحبزادوں سے مجالست و مکالمات کا موقع ملا تو ان کو اپنے اسلاف کی وراثت کا صحیح حق دار پایا، صاحبزادہ عبدالقدوس تو میرے خیال میں والعلم عند اللہ نعم الخلف لنعم السلف کا مصداق ہیں، این خانہ ہمہ آفتاب است

اللہ تعالیٰ جامعہ کو روز افزوں ترقی دے اور حضرت الشیخ کے فیوضات علمیہ و عملیہ کو جاری و ساری رکھے، مجھے تو شیخ سے تہہ دل سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ اس محبت کے طفیل مجھے بھی علم نافع عمل صالح کی نعمت نصیب فرمائے، اس خاندان کو اور اس مرکز کو اللہ تعالیٰ ظاہری باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے، یرحم اللہ عبدالآقال آمین۔

عبدالمجید غفرلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کھروڑ پکا ضلع لودھراں

۸ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ بروز ہفتہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۸ء

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ گرامی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے حالات پر جب ”تذکرہ حضرت مدنی“ کے نام سے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی اور شائع ہونے کے بعد حضرت مولانا مرحوم کی نظر سے گزری تو انہوں نے اپنی غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور اپنی اس مسرت کا اظہار حضرت والد ماجد کے نام ایک گرامی نامہ میں فرمایا۔

مجلہ ”الحقانیہ“ ان کی خدمت میں باقاعدگی سے ارسال کیا جاتا تھا، ملاقات پر اکثر اس کا ذکر ضرور فرماتے اور خوشی کا اظہار بھی فرماتے تھے، کبھی اگر کسی مضمون میں کوئی بات قابل اصلاح ہوتی تو اس کی نشاندہی بھی فرماتے تھے، احقر کا ایک مضمون ”تحریک پاکستان“ کے حوالہ سے شائع ہوا، اس مضمون میں احقر نے پاکستان کے قیام کی تاریخ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے ساتھ قمری تاریخ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ تحریر کی تھی اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ پاکستان کے قیام کا اعلان رات کو ہوا تھا اور وہ ۲۷ ویں رات تھی اور یہ اعلان ریڈیو سے میں نے خود بھی سنا تھا۔ اسلامی تاریخ کا اعتبار چونکہ غروب آفتاب سے ہوتا ہے اس لیے ۲۶ کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک لکھنا چاہئے تھا، حضرت کی بات نہایت معقول اور صحیح تھی احقر نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ ۲۷ رمضان المبارک لکھنے کا وعدہ کیا۔ احقر اس پر بڑا حیران ہوا کہ حضرت نے اس اصلاح کے لیے احقر کو مستقل فون کیا اور کئی مفید ارشادات عالیہ سے نوازا اور احقر نا کارہ کو کھر وڑپکا باب العلوم حاضر ہونے کی بڑی مشفقانہ انداز میں دعوت بھی دی، فرمانے لگے کہ کبھی ملتان کا پروگرام ہو تو بتا دینا تاکہ گاڑی بھیج کر کھر وڑپکا بلا لیا جائے، احقر نے اس ذرہ نوازی پر شکریہ ادا کیا اور حاضری کا وعدہ کر لیا۔

چنانچہ ۲۰ اپریل ۲۰۱۴ء کو جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے استاذ حدیث جناب حضرت مولانا محمد شفیق صاحب مدظلہ کے ہمراہ لودھراں میں جلسہ میں حاضری ہوئی، احقر

نے واپسی میں باب العلوم حاضری کا پروگرام بنالیا فون پر رابطہ سے معلوم ہوا کہ حضرت تشریف فرما ہیں بہت خوشی ہوئی اس طرح بصد شوق باب العلوم حاضر ہوا، حضرت سبق میں تھے مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ نے بڑا اکرام فرمایا حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ بھی یہیں تشریف لے آئے سبق کے بعد حضرت بھی اسی کمرہ میں تشریف فرما ہوئے، آدھ گھنٹہ خوب مجلس جاری رہی حضرت نے سفر پر جانا تھا اس لیے زیادہ وقت نہ مل سکا، اس مجلس میں آپ نے ایک بزرگ کا خواب سنایا کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کے دربار میں ان کی پیشی ہوئی حق تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور جب میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بھی پہنچ گئے، یہ خواب ان بزرگ نے حضرت کو سنایا حضرت نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس خواب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے پہلے انتقال فرمائیں گے اور میرا انتقال آپ کے بعد ہوگا واللہ اعلم۔

بعض اوقات تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے خواب کی تعبیر برعکس ہوتی ہے اسی ترتیب کے پر اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا اس لیے یہاں بھی ایسا ایسا ہی ہوا کہ حضرت کا وقت ان بزرگ سے پہلے آگیا اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم اور ان بزرگ اور پھر ہمیں بھی اپنی رحمت کے صدقہ جنت میں دخول اولیٰ نصیب فرمائیں آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تمام دینی دینی، علمی خدمات کو قبول فرمائیں، آپ کی باقیات صالحات کو ہمیشہ قائم رکھیں اور آپ کے درجات بلند فرمائیں، آمین۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عالم برزخ (عالم قبر)

(۷۱) عن البراء بن عازب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له من ربك فيقول ربي الله فيقولان له ما دينك فيقول ديني الاسلام فيقولان له ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول هو رسول الله فيقولان له وما يدريك؟ فيقول قرأت كتاب الله فأمنت به وصدقت فذلك قوله يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت الآية قال فينادى مناد من السماء ان صدق عبدى فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوا له باباً الى الجنة فيفتح له، قال فيأتيه من روحها وطيبها ويفتح له فيها مدبصره واما الكافر كرموته قال ويعاد روحه في جسده ويأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له من ربك؟ فيقول هاه هاه لا ادرى فيقولان له ما دينك؟ فيقول هاه هاه لا ادرى فيقولان ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول هاه هاه لا ادرى، فينادى مناد من السماء ان كذب فافرشوه من النار والبسوه من النار وافتحوا له باباً الى النار قال فيأتيه من حرها وسمومها قال ويضيّق عليه قبره حتى تختلف فيه اضلاعه ثم يقيّض له اعصى اصم معه مرزبة من حديد لوضرب بها جبل لصارت ارباً فيصربه بها ضرباً فيصيح صيحة يسمعها ما بين المشرق والمغرب الا الثقلين فيصير تراباً ثم يعاد فيه الروح (رواه احمد و ابو داود)

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (ایک سلسلہ کلام میں مردہ کے سوال و جواب اور عام برزخ یعنی قبر کے ثواب و عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ (اللہ کا مومن بندہ اس دنیا سے منتقل

ہو کر جب عالم برزخ میں پہنچتا ہے، یعنی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس اللہ کے دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے اور پھر پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر (نبی کی حیثیت سے) کھڑا کیا گیا تھا (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں، وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تمہیں یہ بات کس نے بتلائی؟ (یعنی تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کس ذریعہ سے ہوا؟) وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی (اس نے مجھے بتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں) تو میں ایمان لایا، اور میں نے ان کی تصدیق کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) مومن بندہ کا یہی جواب ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ - اللَّهُ تَعَالَى
ایمان والوں کو سچی پکی بات (یعنی صحیح عقیدہ اور صحیح جواب) کی برکت سے ثابت رکھے گا، دنیا اور آخرت میں۔

یعنی وہ گمراہی سے اور اس کے نتیجے میں آنے والے عذاب سے محفوظ رکھے جائیں گے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (مومن بندہ فرشتوں کے مذکورہ بالا سوالات کے جب اس طرح ٹھیک ٹھیک جوابات دے دیتا ہے) تو ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے اعلان کرایا جاتا ہے) کی میرے بندے نے ٹھیک بات کہی، اور صحیح صحیح جوابات دیے، لہذا اس کے لیے جنت کا فرش کرو اور جنت کا اس کو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور اس سے جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں، اور جنت میں اس کے لیے منتہائے نظرتک کشادگی کر دی جاتی ہے (یعنی پردے اس طرح اٹھا دیے جاتے ہیں کہ جہاں تک اس کی نگاہ جائے وہ جنت کی بہاروں اور اس کے نظاروں سے لذت اور

فرحت حاصل کرتا رہے، یہ حال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے سچے اہل ایمان کا بیان فرمایا) اس کے بعد ایمان نہ لانے والے (کافر) کی موت کا ذکر آپ ﷺ نے کیا اور فرمایا کہ (مرنے کے بعد) اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے، اور اس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے بھی پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ (خدا شناس) کہتا ہے ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا، پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر (بحیثیت نبی کے) مبعوث ہوا تھا تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال تھا؟ وہ پھر بھی یہی کہتا ہے: ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا (اس سوال و جواب کے بعد) آسمان سے ایک ندا دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا (یعنی اس نے فرشتوں کے سوال کے جواب میں اپنا بالکل انجان اور بے جرم ہونا جو ظاہر کیا یہ اس نے جھوٹ بولا کیونکہ واقعے میں وہ اللہ کی توحید کا، اس کے دین اسلام کا اور رسول برحق کا منکر تھا) پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ اس کے لیے دوزخ کا فرش کرو، اور دوزخ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو (چنانچہ سب کچھ کر دیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ (دوزخ کے اس دروازے سے) اس کو برابر دوزخ کی گرمی اور دوزخ کی لپٹیں اوچھلے لپٹے والی ہوائیں اس کے پاس آتی رہیں گی اور اس کی قبر اس پر نہایت تنگ کر دی جائے گی، جس کی وجہ سے (اتنا دباؤ پڑے گا کہ) اس کے سینے کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی، پھر اس کو عذاب دینے کے لیے ایک ایسا فرشتہ اس پر مسلط کر دیا جائے جو نہ کچھ دیکھے گا، نہ سنے گا، اس کے پاس لوہے کی ایسی مونگری ہوگی کہ اگر اس کی ضرب کسی پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے، وہ فرشتہ اس مونگری سے اس پر ایک ضرب لگائے گا جس سے وہ اس طرح چیخے گا جس کو جن وانس کے علاوہ وہ سب چیزیں سنیں گی جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہیں، اس ضرب سے وہ خاک ہو جائے گا، اس کے بعد اس میں پھر روح ڈالی جائے گی۔

بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

فرمایا رنجیت سنگھ کی حکایت مشہور ہے کہ جب دریا کے اٹک پر پہنچا تو آگے پار ہونے کا اس وقت سامان نہ تھا (یعنی کشتی وغیرہ) اس نے اسی طرح گھوڑا دریا میں ڈال دیا، کسی نے کہا جناب یہ اٹک ہے، رنجیت سنگھ نے فوراً کہا کہ جس کے دل میں اٹک اس کیلئے اٹک، چونکہ اس کو بھروسہ کامل تھا پار ہو گیا جب اہل باطل کے یقین میں یہ اثر ہے تو اہل حق کے یقین میں کیسا کچھ اثر ہوگا۔

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تعلیم کتب دینیہ پر گزارے کی ضرورت سے زیادہ اجرت لینی جائز ہے یا نہیں؟ اس پر فرمایا جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں، کیونکہ مباشرت اسباب طبعاً قناعت اور اطمینان کے حصول کا سبب ہے اور بوجہ ضعف طبائع آج کل یہ قناعت اور اطمینان بہت بڑی نعمت ہے۔ باقی یہ کہ ضرورت سے زیادہ کیسی اجازت ہوگی، سو ضرورت دو قسم ہے (۱) حالی (۲) مآلی، پس ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آئندہ چل کر ضرورت ہو جائے اس لئے زائد لینے کی بھی اجازت ہوگی، کیونکہ روپیہ زائد پاس ہونے سے ایک قسم کا استغناء رہتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے بلکہ بعض مصالح کے سبب تو بلا ضرورت بھی ایسے ابواب کا قبول کر لینا مستحسن قرار دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ نے رزق قاضی کے قبول کرنے میں خاص مصلحت بیان کی ہے اور اسی کی بنا پر میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں مسجد میں آتی تھیں جاری رکھنے کی رائے دی ہے جس کو بعض مؤذن بوجہ حاجت نہ ہونے کے رد کر دیتے تھے، میں نے کہا کہ رد نہ کی جائیں ممکن ہے کہ یہ حالت استغناء کی ہمیشہ نہ رہے اور پھر کسی دوسرے مؤذن کو ضرورت واقع ہو اور اگر لوگوں

کی عادت نہ رہی تو دوسرا مؤذن تنگ آ کر مسجد چھوڑے گا اور مسجد غیر آباد ہو جائے گی، یہی مصلحت مدرس کی تنخواہ لینے میں بھی ہے کہ سلسلہ جاری رہنے سے اہل اعانت کی عادت رہے گی، نیز اس سے انکار کرنے میں درپردہ امام شافعی رحمہ اللہ پر اعتراض ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے اور اگر اس میں طمع کا شبہ ہو تو اتنی طمع بھی جائز ہے۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں خاک برفرق قناعت بعد ازین

تائید میں فرمایا حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اس درجہ کے زاہد تھے کہ ان کے پاس ہارون رشید کا خط آیا تو لکڑی سے کھول کر پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے، مگر باوجود اس کے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ مال جمع رکھنا مصلحت ہے کیونکہ اگر ناداری کی حالت میں ضرورت پڑے گی تو مضطر ہو کر پہلے دین ہی کو تباہ کرے گا، اس واسطے تنخواہ ضرور لے اور اگر کچھ بچ جائے تو اس کو جمع کرتا رہے۔

اپنے استاد مولانا سید احمد صاحب رحمہ اللہ مدرس دیوبند کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کے ماموں حضرت مولانا محبوب علی صاحب کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی اس وجہ سے وہ مغموم رہتے تھے، مولانا سید احمد صاحب رحمہ اللہ بہت کم عمر تھے مگر بڑے ذہین، ماموں صاحب کو ایک روز مغموم دیکھ کر فرمایا یہ غم کی کوئی وجہ نہیں بلکہ خوشی کا مقام ہے کیونکہ جس شخص کے ہاں اولاد ہو وہ من وجہ مقصود ہے یعنی اپنے آباء کے اعتبار سے اور من وجہ مقدمہ ہے اپنے ابناء کے اعتبار سے، اور جس کے ہاں اولاد نہیں وہ محض مقصود ہے کسی کا مقدمہ نہیں اور ظاہر ہے مقصود کا مرتبہ مقدمہ سے بڑھا ہوا ہے، ماموں صاحب مسرور ہو گئے۔

فرمایا وعظ نفی الحرج کا انگریزی ترجمہ ہو گیا ہے مدرسہ کے دفتر میں موجود ہے اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

فرمایا احکام میں حدود شکنی جرم عظیم ہے۔

(الکلام الحسن)

فقہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

قصاص معاف کرنے کا اختیار

(ابراء الحاکم عن قصاص المسلم)

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو قتل کر دے اور عدالت عالیہ سے قصاص کا حکم نامہ بھی جاری ہو جائے، لیکن مجرم حاکم وقت سے معافی کی استدعا کر کے خلاصی حاصل کر لے تو شرعاً یہ خلاصی درست نہیں کیونکہ حاکم وقت کو قصاص معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ زیر نظر مضمون میں حضرت فقہ العصر قدس سرہ نے اسی مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات اس سے استفادہ کریں گے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قتل عمد میں جبکہ تمام شرائط پائی جائیں جن میں سے بعض کا تعلق قاتل سے ہے اور بعض کا تعلق مقتول سے ہے اور بعض کا خود قتل سے اور بعض کا مقتول کے ولی سے ہے، قصاص واجب ہوتا ہے پھر اگر مقتول کا کوئی وارث معلوم ہو تو قصاص کا حق دار وارث ہی ہوگا۔ جیسے اس کے مال کا حق دار وارث ہی ہوتا ہے، کیونکہ قصاص ایک حق ثابت ہے اور وارث تمام لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہوتا ہے، لہذا قصاص کا حق اسی کو حاصل ہوگا۔ اگر وارث ایک ہے تو وہ قصاص کا حق دار ہوگا اور اگر متعدد ہوں تو وہ سب شرکت کے طور پر اس کے مستحق ہوں گے جیسے اس کی میراث کے وہ سب حق دار ہوتے ہیں۔ بدائع میں ہے:

فان كان له وارث فالمستحق للقصاص هو الوارث كما لمستحق

للمال لانه حق ثابت والوارث اقرب الناس الى المیت فيكون له ثم ان كان الوارث واحدا استحقه وان كان جماعة استحقوه على سبيل الشركة كالمال الموروث عنه (ج ۷ ص ۲۴۲)

اور اگر مقتول کا کوئی وارث معلوم نہ ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق سلطان اس کے قصاص کا مستحق ہوگا۔

وان لم یکن له وارث ولاله مولى العتاقة ولاله مولى الموالاة كاللقیط وغيره فالمستحق هو السلطان فى قولهما (بدائع ج ۷ ص ۲۴۳)
لہما ان الکلام فى قتیل لم یعرف له ولی عند الناس فكان ولیہ السلطان لقوله عليه الصلوة والسلام السلطان ولی من لا ولی له (بدائع ج ۷ ص ۲۵۵)
قرآن کریم میں ہے:

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل (الآیہ پ ۱۵)

اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اصل حق قصاص کا ولی مقتول کو حاصل ہے کیونکہ ولی کے لیے اصل اور حقیقی ولایت حاصل ہے۔ سلطان اس کا حکم ولی ہے جس کا کوئی حقیقی ولی نہ ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے غرضیکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مقتول کا ولی اس کے قصاص کا اصل حقدار ہے اس کے ہوتے ہوئے سلطان کو ولایت قصاص حاصل نہیں ہے، بلکہ ولی کی ولایت سلطان کی ولایت میں مانع ہے۔ اس لئے سلطان قصاص کے معاف کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ کیونکہ معافی کی شرط یہ ہے کہ صاحب حق کی طرف سے ہو کیونکہ معافی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا حق ساقط کر رہا ہے، اور جو شخص صاحب حق نہ ہو اس کے حق کو ساقط کرنا امر محال ہے۔ لہذا غیر صاحب حق کی طرف سے قصاص کی معافی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کا تو یہ حق ہی نہیں

ہے اور جس کا حق ہے وہ معاف نہیں کر رہا۔ تو پھر یہ معافی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر مقتول کا کوئی ولی معلوم نہ ہو تو بھی سلطان کو معافی کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں اگرچہ وہ مقتول کا ولی ہوگا جیسا کہ حدیث بالا سے ثابت ہو رہا ہے مگر اس کو استیفاء قصاص کا تو حق ہوگا، لیکن معاف کرنے کا حق نہ ہوگا البتہ دیت پر مصالحت کرانے کا حق امام کو حاصل ہے۔ بدائع میں تصریح ہے کہ:

وللإمام أن يصلح على الدية إلا أنه لا يملك العفو لأن القصاص حق المسلمين بدليل أن ميراثه لهم وإنما الإمام نائب عنهم في الإقامت وفي العفو إسقاط حقهم أصلاً ورأساً وهذا لا يجوز ولهذا لا يملكه الأثر والحدوان كانا يملكان استیفاء القصاص وله أن يصلح على الدية كما فعل سيدنا عثمان رضي الله عنه (ج ۷ ص ۲۴۵)

معلوم ہوا کہ ولی نامعلوم ہونے کی صورت میں بھی امام کو قصاص کے معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں مقتول کے قصاص کا حق تمام مسلمانوں کو حاصل ہے اور امام مسلمانوں کی طرف سے بطور نیابت کے قصاص کے وصول کرنے کا تو مجاز ہے اس کو مسلمانوں کے حق کو معاف کر کے ساقط کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں ان کے بیٹے عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کو اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔ جب یہ معاملہ حضرت عثمان کے دربار میں پیش ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیت دے کر مصالحت کرادی اور بھی روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول انا ولیہ اعفو عنه وأؤدی دیتہ۔ کا جیسا کہ صاحب بدائع نے اس کی وضاحت کی ہے و اراد بقوله اعفو عنه وأؤدی دیتہ الصلح علی الدية (ج ۷ ص ۲۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ امام کو معافی کا اختیار نہیں ہے، اگر ولی مقتول معلوم ہو تو اس کو

مصالحات پر رضامند کیا جاسکتا ہے کہ وہ قصاص کے بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائے اور دلائل کا ذکر مزید وضاحت کے لئے کیا جاتا ہے، ذیل میں ملاحظہ ہو، امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الاصل ج ۴ ص ۵۱۹ میں ہے:

واذا قتل الرجل عمداً وليس له ولي الا السلطان فللامام ان يقتص من قاتله ان شاء وليس له ان يعفو لانه لا يملك ذلك فان صالحه على الديت فهو جائز۔

امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و حق استيفاء القصاص يكون الى الولي كما قال الله تعالى فقد جعلنا لوليه سلطانا.... ولان من لا يعرف له ولي فالامام وليه كما قال ﷺ السلطان ولي من لا ولي له واذا ثبت ان السلطان هو الولي تمكن من استيفاء القصاص فكان للامام ان يستوفى القصاص ان شاء وان شاء صالح على الدية.... وليس له ان يعفو بغير مال لانه نصب لاستيفاء حق المسلمين لا لأبطاله (مبسوط ج ۱۰ ص ۲۱۹) هدايه میں ہے۔ وموجب ذلك الماثم.... والقود... الا ان يعفو الاولياء او يصلحوا الا ان الحق بهم (ج ۴ ص ۵۴۳) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و صرحوا في كتاب الجنایات ان السلطان لا يصح عفوہ عن قاتل من لا ولي له وانما له القصاص والصلح وعلله في الايضاح ما يز نصب ناظمه اوليس من النظر للمستحق العفو الخاس کی شرح میں علامہ حموی فرماتے ہیں: لان الحق للعامة والامام نائب عنهم فيها هو انظر بهم وليس من النظر اسقاط حقهم مجاناً (قوله وانما له القصاص والصلح) ای الدية (الاشياء والنظائر ص ۱۴۵)

نیز علامہ ابن نجیم ”الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامة“ کے تحت لکھتے

ہیں:

وللولی الخاص استیفاء القصاص والصلح والعفو مجانا والامام
لا یملک العفو (الاشباه والنظائر ص ۱۷۸)

آیت مذکورہ: ومن قتل مظلوماً کے تحت امام بصاص لکھتے ہیں:

وفی فحوی الایة ما لا یدل علی ان المراد القود دون ماسواه لانه قال
(ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً فلا یسرف فی القتل انه کان منصوراً)
یعنی واللہ اعلم السرف فی القصاص بان یقتل غیر قاتله او ان یمثل بالقاتل
فیقتل علی غیر وجه المستحق من القتل وفی ذلك دلیل علی ان المراد بقوله
سلطاناً القود (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۵۷)

بخاری شریف میں حضور اکرام ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ومن قتل له قتیل فهو بخیر النظرین اما یودی واما ان یقاد اهل القتیل

(ج ۱ ص ۲۲)

علامہ عثمانی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال المهلب وغيره يستفاد من قوله ”فهو بخیر النظرین“ ان الولی اذا
سئل فی العفو علی مال ان شاء قبل ذلك وان شاء اقتص وعلی الولی اتباع
الاولی و لیس فیہ ما یدل علی اکراه القاتل علی بذله الدية كذا فی فتح الباری
ج ۱۲ ص ۱۸۴، (اعلاء السنن ج ۱۸ ص ۷۶)

مخفی میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال لا یمنع السلطان ولی الامام ان یعفو ان شاء
او یاخذ العقل ان اصطلحوا علیه ولا یمنعه ان یقتل ان ابی الا القتل بعد ان یحق

القتل فی العمداء (اعلاء السنن ج ۱۸ ص ۱۱)

حاصل یہ ہے کہ ولی مقتول کو قصاص کا حق حاصل ہے اگرچہ سلطان اس کے حق کے وصول کرنے میں مانع ہو کیونکہ ولی کی ولایت خاصہ ہے اور سلطان کی ولایت عامہ ہے اور ولایت خاصہ اقوی ہوتی ہے بنسبت ولایت عامہ کے اس لئے جب تک ولی کو راضی نہ کیا جائے اس وقت تک سلطان کو نہ تو دیت لینے کا حق حاصل ہے اور نہ ہی قصاص کے معاف کرنے کا اس کو اختیار ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال قتل رجل فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع القاتل

الی ولیہ الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۹)

ابوداؤد شریف میں ہے:

كنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ جنی برجل قاتل فی عنقه النسعة قال فدعا ولی المقتول فقال اتعفو قال لا قال افتخذ الدية قال لا قال افتقتل قال نعم قال اذهب به فلما كان فی الرابعة قال اما انك ان عفوت عنه یبوء باثمہ واثم صاحبه قال فعفا عنه الحدیث (بذل المجہود شرح ابوداؤد ج ۵ ص ۱۶۳)

آنحضرت ﷺ نے قاتل کو مقتول کے ولی کے سپرد کر دیا اور اس کو قصاص لینے کا اختیار دے دیا اور جب تک ولی مقتول نے قصاص کو معاف نہیں کر دیا اس وقت تک قاتل کو خود معافی عطا نہیں فرمائی اور نہ ہی از خود بغیر رضامندی کے قصاص کے بجائے دیت دینے کا حکم فرمایا۔

اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر امام کو قصاص و دیت کے معاملہ میں از روئے شریعت کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

ولی کا اصل حق قصاص ہے اور اگر قاتل کی رضامندی ہو تو ولی اس سے مال پر بھی صلح کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو قصاص اور مال کے بغیر بھی صلح کر سکتا ہے مگر امام کو قصاص کے معاف کرنے یا قصاص کی جگہ دیت دینے یا مراحم خسروانہ کے طور پر معافی دینے کا شرعاً اختیار حاصل نہیں ہے، البتہ امام اگر ولی مقتول کو قصاص کے معاف کرنے یا دیت دینے کی ترغیب دے کر اس کو معافی یا دیت دینے پر راضی کرے تو یہ مستحسن امر ہے جیسا کہ حدیث ابو داؤد مذکور سے ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن بغیر ولی مقتول کی رضامندی کے معافی کا اختیار امام کو حاصل نہیں ہے اور ولی مقتول جب قصاص کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور شرعی طریقہ پر قصاص کا حق ثابت بھی ہو چکا ہے۔ تو پھر امام کو اس کے حق کو وصول کرنے میں مانع نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اعلیٰ السنن کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گزر چکا ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ:

ومن قتل عمداً فقوم یدیه فمن حال بینہ و بینہ فعلیہ لعنة الله والملائكة والناس اجمعین۔ (الخصاص ج ۱ ص ۱۵۰)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ولی مقتول کے معاف کرنے کے سوا قتل عمد کی سزا قتل ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العمد قود الا ان يعفو ولي المقتول (الخصاص ج ۱ ص ۱۵۰)

یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

والمراد بالعفو العفو عن القصاص (اعلاء السنن ج ۱۸ ص ۷۵)

والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

۳۰/۲/۱۴۰۸ھ

ضبط کردہ: سید افتخار حسین شاہ

اصلاح اعمال

افادات: مصلح امت حضرت مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ربنا وابعث فیہم رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔

نبی کے تین کام

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعائیں ہیں جو انہوں نے خانہ کعبہ بناتے وقت کیں تھیں، اس دعائیں اپنی اولاد کے لیے ایک نبی بھیجنے کی دعا کی تھی جو ان کو آیتیں سنائے، مسائل سمجھائے اور پاک کرے (یزکیہم) رسول کے یہ تین کام ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنانا (۲) احکام بتانا (۳) برے عقیدوں اور برے اخلاق سے دل کو پاک کرنا۔

آیت میں رسول کا مصداق

یہاں نبی سے مراد نبی پاک ﷺ ہیں جب کہ دعا کرنے والے ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام ہیں اور ان دونوں کی اولاد میں صرف نبی پاک ﷺ ہی نبی ہوئے ہیں باقی نبی جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے ہیں وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف ہمارے نبی پاک ﷺ ہوئے ہیں، آپ ﷺ کے لیے دعا فرمادی کہ یا اللہ ان میں نبی بھیجنا جو تین کام کرے (۱) آیتیں سنائے (۲) احکام سمجھائے (۳) اور دل کو پاک کرے۔

اولاد کے لئے دینی و دنیوی دونوں کے نفع کا اہتمام

تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے دنیا کے نفع کی بھی دعا مانگی اور دین کے نفع کی بھی دعا مانگی، ہمیں سمجھا دیا کہ دیکھو اپنی اولاد کے دنیاوی نفع کا بھی خیال کرو اور آخرت کے نفع کا بھی خیال کرو۔ ہم صرف دنیا کے نفع کا خیال کرتے ہیں کہ بچہ اس قابل ہو جائے کہ چار پیسے کما سکے دینی نفع کا خیال نہیں کرتے، سمجھتے ہیں کہ اب یہ چار پیسے کمانے کے قابل ہو گیا بس ہم نے اس کا حق ادا کر دیا نیکی خود کر لے گا، یہ غلط خیال ہے نیکی کا بھی خیال کرنا ضروری ہے، دینی فائدہ زیادہ ضروری ہے۔

دنیوی فائدہ توجہ الی اللہ کا ذریعہ ہے

دنیاوی فائدے کی بھی کچھ ضرورت ہے کیونکہ دنیا بالکل نہ ہو تو زیادہ تر توجہ الی اللہ نہیں ہوتی، کچھ دنیا ہو تو سوچتا ہے کہ دنیا کس نے دی ہے توجہ اللہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ اگر دنیا نہ ہو پھر بھی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو یہ بہت کم ہوتا ہے اس لیے دنیا بھی بقدر ضرورت مل جائے اور آخرت کا بہت سا نفع مل جائے اپنی اولاد کے لیے یہ انتظام کرنا چاہیے یہ نہیں کہ بس چار پیسے کمانے کے قابل ہو گیا اب سب حق ادا ہو گئے، دینی حق ادا کرنے کی ضرورت ہے، دینی نفع پہنچے، دین میں کامل ہو جائے اس کی ضرورت ہے۔

ایک غلطی کی اصلاح

بعض لوگ بچوں کو فاسق و فاجر استاد کے حوالے کر دیتے ہیں کہتے ہیں کہ ابھی بچہ ہے بڑا ہو کر خود نیک ہو جائے گا، یہ غلط ہے جو خیال بچپن میں جم جاتا ہے بڑا ہو کر وہی خیال پختہ ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں اور بھی پختہ ہو جاتا ہے: یشیب المرء و یشیب فیہ خصلتان الحرص و طول الامل جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں ایک حرص اور ایک طول امل (لمبی امیدیں لگانا)

شیخ چلی کا لطیفہ

شیخ چلی سے کسی نے کہا یہ ہمارا تیل کا مٹکا اٹھا کر فلاں جگہ تک لے جاؤ تو ہم تمہیں

دو پیسے دیں گے شیخ چلی صاحب خوش ہو گئے کہ دو پیسے ملیں گے ان کے دو انڈے خریدیں گے (پہلے پیسے کا ایک انڈا مل جاتا تھا اب نہیں ملتا) کسی کی مرغی کے نیچے رکھ دیں گے کیونکہ اپنی تو مرغی ہے ہی نہیں، بچے نکلیں گے ایک مرغی ہوگا ایک مرغی ہوگی۔ بس پھر ان سے مرغیاں ہی مرغیاں بن جائیں گی، مرغی خانہ بن جائے گا پھر مرغیوں کو بیچ کر بکریاں خریدیں گے بکریاں ہی بکریاں ہو جائیں گی پھر ان کو بیچ کر گائے خریدیں گے گائیں ہی گائیں ہو جائیں گی پھر اونٹ خریدیں گے اونٹ ہی اونٹ ہو جائیں گے بڑے امیر ہو جائیں گے پھر نکاح کے لیے بادشاہ کی بیٹی کو پیغام بھیجیں گے چونکہ امیر بن چکا ہوگا اس لیے بادشاہ فوراً نکاح کر دے گا، بچہ ہوگا، بچہ میری انگلی پکڑ کر چلا کرے گا کہے گا ابا پیسہ، ابا پیسہ، ابا پیسہ، میں کہوں گا ہش کوئی پیسہ نہیں، ہش کہا سر ہل گیا مٹکا نیچے گر کر ٹوٹ گیا تیل سارا پھیل گیا، تیل والا ساتھ ہی تھا اس نے کہا تم نے میرا مٹکا توڑ دیا، شیخ چلی نے کہا تیرا تو ایک مٹکا ہی ٹوٹا ہے میرا سارا خاندان ہی تباہ ہو گیا، اس کو کہتے ہیں طول امل (لمبی امیدیں لگانا) دنیا کے بارے میں لمبی عمریں لگانا منع ہے۔

دین کے بارے میں لمبی امیدیں لگانا درست ہے

دین کے بارے میں ٹھیک ہے کہ مدرسہ بنائیں گے پہلے صرف درجہ اولیٰ رکھیں گے، اگلے سال ثانیہ، اس سے اگلے سال ثالثہ، اگلے سال رابعہ، اگلے سال خامسہ، اگلے سال سادسہ، اگلے سال سابعہ، اگلے سال دورہ شروع کریں گے، دین کے بارے میں لمبی امیدیں لگانا جائز ہیں دنیا کے بارے میں جائز نہیں ہیں۔

بچہ کے لیے نیک استاد کا انتظام

بچپن میں جو اخلاق پختہ ہو جاتے ہیں بڑے ہو کر وہی پکے ہو جاتے ہیں بڑھاپے میں اور پکے ہو جاتے ہیں اس لیے بچپن ہی میں بچوں کے اخلاق کا خیال کرنا ضروری ہے تاکہ وہ بڑے ہو کر خوب نیک ہو جائیں، ایک عورت کہتی تھی پانچ چھ سال کے

بعد اخلاق نہیں بنتے شروع ہی میں اخلاق بن گئے تو بن گئے وہی بنے رہتے ہیں بڑے ہو کر وہی پختہ ہو جاتے ہیں اس لیے بچوں کے استاد نیک ہونے چاہئیں تاکہ نیکی کا اثر دل پر جم جائے اور بڑے ہو کر وہی نیکی عمدہ ہو جائے، پکی ہو جائے، اس کے ساتھیوں پر بھی اثر ہو، اس کی اولاد پر بھی اثر ہو، اس لیے بچپن ہی میں اچھے استاد کا انتظام کرنا چاہیے، دین کے نفع کا خیال کرنا چاہیے۔

رسول ﷺ کے فرمودات اور الہام میں فرق

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کر کے ہمیں بتا دیا کہ اولاد کے دنیاوی نفع کے ساتھ دینی نفع کا بھی خیال کرو، پھر دینی نفع ایک تو رسول کے ذریعے سے ہوتا ہے اور ایک بغیر نبی کے واسطے سے خود دل پر الہام ہو جائے کہ یہ کرو، یہ کرو، یہ کرو، پہلا فائدہ یعنی نبی کے ذریعے سے یہ پختہ ہوتا ہے، قابل اعتماد ہوتا ہے۔ دوسرا نفع کمزور ہوتا ہے۔ خود دل پر الہام ہو، بعض دوسرے نفع کو اعلیٰ سمجھتے ہیں کہ وہ قریب ہے بلا واسطہ ہے اللہ تعالیٰ نے دل پر ڈال دیا اس پر عمل کر لیا لیکن نہیں یہ نفع کمزور ہوتا ہے۔

مولانا فتح محمد صاحب کا واقعہ

مولانا فتح محمد صاحب سے ایک صاحب نے اپنی مالی کمزوری کو بیان کیا انہوں نے دعا سکھائی کہ یہ دعا کیا کرو اور ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ یہ دعا حدیث سے ثابت ہے وہ سننے والا ٹھنڈا پڑ گیا اور کہا حدیث میں تو بہت سی دعائیں ہیں اپنے پاس سے دیجیے، مولانا فتح محمد صاحب کو بڑا غصہ آیا کہ حدیث سے بڑھ کر کونسی دعا ہو سکتی ہے تم نبی پاک ﷺ کی کی ہوئی دعا سے دوسرے کی دعا کو بہتر سمجھتے ہو، بہت ناراض ہوئے۔

بچہ کی دینی تربیت کی ضرورت

ابراہیم علیہ السلام نے: ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتک ویعلمہم الکتب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم یہ فرما کر ہمیں

بتلا دیا کہ نبی کے ذریعے سے جو احکام پہنچتے ہیں اور جو دینی فائدہ پہنچتا ہے وہ اونچا ہوتا ہے، اعلیٰ ہوتا ہے، قابل اعتماد ہوتا ہے اس لیے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دینی نفع تلاش کرنا چاہیے یہ نہیں کہ اولاد چار پیسے کمانے کے قابل ہوگئی تو سارا حق ادا کر دیا، یہ غلط ہے، ان کے دین کے اونچا ہونے کا بھی خیال کرو۔ ان کو اچھی صحبت بتاؤ کہ فلاں بزرگ کے پاس جایا کرو ان کے پاس بیٹھا کرو، ان سے تعلق رکھو تا کہ تمہارے اخلاق ٹھیک ہو جائیں (ویز کیہم) نبی ایسا ہو جو پاک بھی کرے۔

دین و دنیا دونوں کا نفع مانگنا چاہیے

صرف دنیا کا فائدہ نہیں دین کا فائدہ بھی مانگنا چاہیے دنیا میں بھی عافیت مانگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دیکھا بہت ہی لاغر (دبلا) ہو گیا تھا، پوچھا کہ تم نے کوئی دعا تو نہیں کی تھی صحابی نے عرض کیا کہ کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا دعا کی تھی، عرض کیا کہ یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ جو عذاب مجھے دینا ہے وہ دنیا ہی میں دے دیجیے آخرت میں نہ دیجیے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا نہیں کرنی چاہیے دنیا اور آخرت دونوں میں عافیت مانگنی چاہیے ہم دنیا کی سزا بھی برداشت نہیں کر سکتے اپنے لیے بھی اور اپنی اولاد کے لیے بھی دنیا اور آخرت دونوں میں عافیت کی دعا مانگنی چاہیے، دنیا کا بھی نفع اور آخرت کا بھی نفع طلب کرنا چاہیے۔

بچہ کے لیے نیک صحبت کا انتظام

اولاد کے لیے نیک صحبت تلاش کرنی چاہیے کہنا چاہیے کہ فلاں بزرگ کے پاس بیٹھا کرو تا کہ تمہارے اندر اچھے اخلاق آجائیں برے اخلاق نکل جائیں یہ دینی فائدہ اولاد کے لیے مانگنا چاہیے اس کی کوشش کرنی چاہیے اس کا انتظام کرنا چاہیے۔ صرف دنیا کا فائدہ فائدہ نہیں، دنیا کے فائدے کے لیے بھی دعا کرے کوشش کرے کہ چار پیسے کمانے والا بن جائے اس کے ساتھ ساتھ نیک صحبت کا بھی خیال کرنا چاہیے کہ نیکوں کے پاس

بیٹھے، نیکوں سے فائدہ اٹھائے، استاد نیک ہونے چاہیں اس کی نیکی کا اثر اس پر ہوا گرچہ وہ اثر فی الحال چھپا رہے گا بڑا ہوگا تو وہ اثر ظاہر ہو جائے گا، نیکی کا اثر بچے میں شروع سے ہی پیدا ہونا چاہیے، چھوٹی عمر میں چھپا رہتا ہے بڑی عمر میں ظاہر ہو جاتا ہے بڑھاپے میں اور پختہ ہو جاتا ہے۔

فکر آخرت

اپنے لیے اور بچوں کے لیے نیکی کے درجے کا بہت خیال کرنا چاہیے دنیا کا نفع بقدر ضرورت مانگ لے کوئی حرج نہیں لیکن دنیا سے تعلق بقدر ضرورت ہونا چاہیے اصل تعلق آخرت سے ہونا چاہیے آخرت کی فکر ہونی چاہیے دنیا کی فکر اتنی جتنی کہ بیت الخلا جانے کی حاجت ہوتی ہے آدمی جاتا ہے فوراً واپس آ جاتا ہے وہاں بیٹھا نہیں رہتا۔

ایک ڈاکٹر صاحب کا واقعہ

لیکن میں نے اپنے ایک مہمان ڈاکٹر صاحب کو دیکھا کہ بیت الخلا جا رہے ہیں اور ساتھ اخبار لے کر جا رہے ہیں مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کہ یہ کیسا ڈاکٹر ہے ڈاکٹر تو اپنے آپ کو بڑا سمجھدار کہتے ہیں یہ سمجھداری ہے کہ بیت الخلا میں جا رہے ہیں اور اخبار ساتھ لے جا رہے ہیں، وہاں تو بقدر ضرورت بول و براز کیا، استنجا کیا اور باہر آئے بلا ضرورت نہیں بیٹھتے، ایسے ہی دنیا کا کام بقدر ضرورت ہو ضروری دال روٹی ہو گئی بس ختم۔ اصل فکر آخرت کی ہونی چاہیے دن رات تلاوت، نفلی نماز یہ آخرت کی تیاری ہے، یہی تین کام بزرگوں نے کیے ہیں:

(۱) تلاوت (۲) نماز (۳) ذکر اللہ یہ تینوں کام نفلی طور پر دینی ترقی کا ذریعہ بنتے ہیں یہ زیادہ سے زیادہ کرے اور دنیا کے کام بقدر ضرورت۔ اس طرح اپنی بھی اور اپنی اولاد کی بھی زندگی گزارے، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مولانا حمزہ احسانی زید مجرہ

آہ! حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ.....!!!

مناظر اسلام، محقق اہل سنت، وکیل احناف، ترجمان مسلک دیوبند، جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ (ضلع رحیم یار خان) کے بانی و مہتمم، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے مرکزی سرپرست اعلیٰ، تیس سے زائد علمی و تحقیقی کتب کے مصنف، ہمارے ہر دل عزیز مقتداء و راہ نما و پیشوا، قاطع شرک و بدعت، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ مؤرخہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۵ء بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات دن ایک بجے، ۶۸ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حُسن اتفاق سے بندہ ناچیز وفات کے وقت حضرت کے پاس ہی موجود تھا۔ دو تین دن سے حضرت رحمہ اللہ کی طبیعت شوگر کی بے حد کمی کی وجہ سے ناساز تھی، پانچ چھ گھنٹے مسلسل بے ہوشی بھی طاری رہی۔ علاج جاری تھا، ڈاکٹر صاحبان تسلی بھی دے چکے تھے۔ جمعرات کو صبح بیٹوں نے بہاول پور ہسپتال میں رابطہ کر کے باری نمبر حاصل کر لیا۔ لیکن حضرت جانے کے لیے تیار نہ ہوئے، فرمایا: شام تک دیکھ لو! اگر طبیعت سنبھل گئی تو ٹھیک، ورنہ ہسپتال چلے جائیں گے۔ شوگر بہت کم تھی، کھانا پینا بھی تقریباً موقوف تھا۔ دن کو چائے کے ساتھ رس تناول فرمائے۔ ایک بجے کے لگ بھگ اچانک بیٹے سے فرمایا: شوگر چیک کرو! شوگر چیک کی تو حیرت ناک بلکہ خطرناک ترین حد تک بڑھ چکی تھی۔ ۵۸۰ سے بھی زائد۔ فوراً ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ حضرت نے فرمایا مجھے لٹا دو! لیٹتے ہی بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب کے تشریف لانے تک حضرت بے ہوش ہو چکے تھے اور شاید سانس بھی رک چکا تھا۔

اسی اثناء میں بندہ ناچیز کو بھی اندر بلوایا گیا۔ سانس بند ہو جانے کا علم ہوا۔ سر کی جانب صابزادہ مولانا احمد اللہ اور صابزادہ مولانا عبید اللہ اور ان کے قریب صابزادہ مولانا حامد اللہ کھڑے تھے، پانسی کی جانب بندہ ناچیز۔ بعض دیگر احباب بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب ای سی جی مشین کا دریافت کر رہے تھے۔ ایک اور ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کر کے ای سی جی مشین سمیت آنے کی درخواست کی گئی۔ چند منٹ بعد وہ بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے دل کی دھڑکن چیک کی، پھر آنکھیں دیکھیں اور ”انا للہ“ کے ساتھ قیامت خیز حادثہ کی خبر دیدی۔

إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اللهم لاتحرمننا أجره ولا تفتناہ بعده۔

إن لله ما أخذ وله ما أعطى، وکل شیء عنده بأجل مسمى۔

مناظرانہ طبیعت، فرق باطلہ کے خلاف محققانہ و ماہرانہ صلاحیت اور مسلک سے والہانہ مگر عالمانہ عقیدت کے باوجود دعوت و تبلیغ کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے تھے اور اسے دین و مسلک کی اشاعت و حفاظت اور عوام الناس کے ایمان و عمل کی سلامتی و بقا کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔ تیس (۳۰) سال سے زائد عرصہ تو آپ ترنڈہ محمد پناہ کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ ملک بھر کے دینی اجتماعات میں بالعموم اور اپنے علاقہ کی دینی محافل میں بالخصوص آپ بیانات فرماتے رہے۔ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت کے دفاع اور اس پر اعتراضات کے جواب میں مختلف کتب بھی آپ نے تصنیف فرمائیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور مبلغ مولانا محمد طارق جمیل مدظلہم بھی آپ سے زیارت و ملاقات کے لیے خود حاضر ہوئے۔

دعوت و تبلیغ کے ساتھ درس و تدریس اور تحقیق و تصنیف بھی آپ کا عمر بھر کا مشغلہ رہا، مسلک حق کی اشاعت و حفاظت تو گویا آپ کا اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ نجی محافل ہوں یا اجتماعی مجالس، جمعہ کا خطاب ہو یا دینی جلسہ، ماہانہ رسالے کے لیے مضمون ہو یا باقاعدہ

کتاچہ، مفصل مدلل تصنیف ہو یا مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرنے والی محققانہ تالیف ہر مقام، ہر میدان اور ہر محاذ پر آپ نے مسلک کی ترجمانی اور دفاع کا فریضہ ڈنکے کی چوٹ سرانجام دیا۔ آپ کے مضامین کی وقعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہم العالی [امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] جیسی بلند پایہ علمی شخصیت نے ایک موقع پر فرمایا:

”مولانا نور محمد صاحب کے مضامین ماہنامہ الخیر اور دوسرے رسائل میں بہت

شوق سے پڑھتا ہوں۔“

اور تصانیف کی جامعیت و نافعیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ شہید ناموس رسالت، ہمارے محبوب حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ، حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں باقاعدہ تشریف لائے اور فرمایا:

”ہمارے حضرت شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اگر حیات ہوتے تو آپ کی تالیف ”قبر کی زندگی“ پر آپ کو ضرور انعام سے نوازتے۔ لیکن اب وہ نہیں تو بندہ کی طرف سے انعام قبول فرمائیں۔“ پھر نقد رقم پیش کی۔ اور فرمایا: ”اس عنوان (حیات النبی) پر جو کچھ آپ کے سینے میں ہے، اسے کاغذ پر منتقل کر دیں اور مسلسل لکھتے رہیں۔ صرف اسی پر اکتفاء نہ کریں۔ ورنہ آپ قبر میں چلے جائیں گے اور سب کچھ ساتھ لے جائیں گے۔“ عقیدہ حیات النبی اور اس کے متعلقات کے حوالے سے تو اپنے وقت میں پاکستان بھر کے سب سے بڑے ماہر، محقق اور جامع سمجھے جاتے تھے۔

آپ کی مطبوعہ تصانیف کی تعداد تیس (۳۰) سے زائد ہے۔ جن میں (۱) الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی (۲) تبلیغی جماعت کا شرعی مقام (۳) حقیقی نظریات صحابہ (۴) سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی آپس میں محبت و عقیدت، (۵) شان ابی حنیفہ در احادیث شریفہ (۶) روح کی آڑ میں مسلمہ حقائق کا انکار (۷) مولانا طیب بیچ پیری

سے ایک سو چار (۱۰۴) سوالات (۸) مزید تین سو پینتیس (۳۳۵) سوالات (۹) ایک ریٹائرڈ فوجی کے سات سوالات کے جوابات (۱۰) مجموعہ سوالات (۱۱) اسلام کے نام پر ہوئی پرستی (کیپٹن مسعود عثمانی کے نظریات کا مکمل، مدلل، تحقیقی و علمی محاسبہ) (۱۲) عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم (۱۳) تبلیغی اعمال کی شرعی حیثیت (۱۴) سوال گندم جواب چنا (۱۵) عقیدہ حیات قبر اور علماء اسلام (۱۶) جہاد نفس (۱۷) تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب (۱۸) تبلیغی جماعت اور عرب علماء (۱۹) عقیدہ حیات قبر اور علم و فہم میت کی حدیث (۲۰) مقالات تونسوی (۲۱) معیار صداقت (۲۲) غیر مقلدین عوام، غیر مقلدین علماء کی نظر میں (۲۳) مسنون نماز تراویح (۲۴) منکرین حیات کی خوفناک چالیں (۲۵) عتیق الرحمن کی قلابازیاں (۲۶) نماز جنازہ میں مسنون دعا (۲۷) شان سیدنا ابی سفیان (۲۸) زبدۃ التحقیقات فی اثبات الدعاء بعد المکتوبات (۲۹) ہوا کذاب (۳۰) تحقیق المسئلین۔ وغیرہ شامل ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد میں طبع ہونے والے سیکڑوں مضامین اس کے علاوہ ہیں۔

بلند پایہ علمی شان کے باوجود سادگی، عاجزی، للہیت، اخلاص و تقویٰ کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، دیانت داری کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ کبھی بھی حق قبول کرنے یا غلطی سے رجوع میں پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ مخالف کی طرف سے سخت طعن و تشنیع کے باوجود انتہائی تحمل و بردباری کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر فرمایا: ”جو کچھ آپ نے بندہ عاجز کے بارے میں لکھا، بندہ اُس سے بھی کم تر بلکہ بدتر ہے۔ اللہ پاک کی شان کریبی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔“ بڑوں کا ادب کبھی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور چھوٹوں پر شفقت کا تو کیا ہی پوچھنا تھا۔ اکابر کا احترام اور اصاغر کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے شب و روز دعائیں آپ کا معمول تھا۔

جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالستار

صاحب مدظلہم، حضرت مولانا حاجی احمد گمانوی مدظلہم کے حوالے سے فرما رہے تھے کہ: شدید علالت اور نقاہت کے عالم میں بھی حضرت رحمہ اللہ کو مسلک کی فکر لاحق تھی، چنانچہ ان سے فرمایا: مسلک دیوبند اور علماء کرام پر بہت سے لوگوں نے اعتراضات کیے، جن کا جواب ابھی باقی ہے، اللہ پاک مجھے صحت سے نوازیں تو یہ قرض چکا دوں۔

اور چند دن قبل ہی کی بات ہے، بندہ نے جامعۃ الرشید کے دارالافتاء میں حضرت رحمہ اللہ کے لیٹر پیڈ پر لکھا ہوا سوال (استفتاء) دیکھا تو شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اٹھالیا، حضرت رحمہ اللہ نے عقائد ہی کی بابت ایک استفتاء بھیج رکھا تھا کہ: عقائد کی دو قسموں [قطعی اور ظنی] کا ثبوت کہاں ہے۔ کیا واقعی بعض عقائد ”ضروریات اسلام“ اور بعض ”ضروریات اہل سنت“ سے ہیں؟ اس کی دلیل کیا ہے۔ مآخذ کیا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ بندہ نے سرسری نگاہ سے دیکھا تھا، اس لیے مزید کچھ یاد نہیں۔..... اور دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے نوجوان فاضل و متخصص حضرت مولانا مفتی عمر فاروقی صاحب مدظلہ [مدیر: جامعہ بحر العلوم، ترنڈہ محمد پناہ] نے بتایا کہ: وفات سے ایک ہفتہ قبل حضرت رحمہ اللہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بذات خود ہمارے ادارے میں تشریف لائے۔ اتفاق سے بندہ موجود نہیں تھا۔ تو استفتاء دے کر چلے گئے۔..... ماہنامہ ”صفدر“ کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہم نے بھی بتایا کہ: حضرت رحمہ اللہ کا ایک استفتاء ہمارے پاس آیا ہوا ہے کہ: آیا عقیدہ حیات النبی ضروریات دین میں سے ہے یا ضروریات اہل سنت میں سے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟..... اللہ اکبر!! کیا شان ہے ہمارے اکابر کی کہ ہر وقت اور ہر لمحہ مسلک و مشرب اور امت کو فتنوں سے بچانے اور ان کے ایمان کی سلامتی کی فکر ہے۔

ایک مرتبہ بندہ حاضر خدمت ہوا تو مسلکی تشویشناک حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے: ”اب تو صحیح مسلک پر چلنے والے کم ہی رہ گئے ہیں اور ان کی مثال بھی اُس بادشاہ اور وزیر کی سی ہے جنہیں ان کی قوم نے پاگل سمجھ کر قید کر ڈالا تھا۔ پھر حکایت

سنائی کہ: ”ایک ملک کے نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی کہ فلاں دن یہاں ایک ہوا چلے گی، جو پورے ملک میں پھیلے گی۔ وہ ہوا اتنی خطرناک ہے کہ جسے وہ لگ گئی، وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا اور پاگل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلا کر مشورہ طلب کیا، وزیر نے کافی سوچ بچار کے بعد کہا کہ: دو کام کرنے ہوں گے: (۱) ایک تو ہم اعلان کر دیں کہ سب لوگ اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیں اور احتیاطی تدابیر بھی سب کو بتادی جائیں۔ (۲) دوسرا ہم اپنے لیے بھی کوئی ایسی جگہ بنالیں جہاں وہ ہوائی پہنچ سکے اور ہم وہ وقت اس مخصوص جگہ میں گزار لیں۔ چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ ایک خطرناک اور مہلک قسم کی ہوا چلنے والی ہے۔ سب لوگ اپنی اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں۔ حفاظتی تدابیر بھی بتادی گئیں۔ لیکن کسی نے اُن کی بات پر توجہ نہ دی۔ بادشاہ اور اس کے وزیر نے ایک خاص جگہ کا انتظام کر لیا۔ اور ہوا چلنے کا وقت اس میں بند رہے۔ جب وہ مہلک ہوا ختم ہو گئی اور بادشاہ و وزیر اپنی مخصوص عمارت یا تہہ خانے سے باہر آئے تو سب لوگ ذہنی توازن کھو چکے تھے۔

اب صورتحال یہ ہوئی کہ بادشاہ اور وزیر جو حکم جاری کرتے، لوگ اُسے غلط سمجھتے، اور اپنی سوچ کو درست۔ جب مسلسل ایسا ہونے لگا تو لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے بادشاہ اور اس کے وزیر کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہا اور وہ مجنون ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کو کرسی اقتدار سے اتار کر قید کر دیا جائے اور ان کا علاج کرایا جائے۔“

حکایت سننے کے بعد ارشاد فرمایا: اب یہی حال ہے کہ ہم نے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ بے دینی، نفس پرستی اور اکابر بے زاری کی ہوا چل رہی ہے، اپنے افکار و ایمان کی حفاظت کا انتظام کر لو! کسی نے توجہ نہیں دی۔ اب جب سب کو وہ ہوا لگ گئی ہے تو سب ہمیں ہی پاگل اور مجنون سمجھتے ہیں.....!!

عموماً ہم لوگ بزرگانِ دین کی حیات میں اُن سے استفادہ نہیں کرتے، اور بعد از وفات اپنی بد نصیبی پر ماتم کرنے اور اُن کی قصیدہ گوئی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ

محض اللہ پاک ہی کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے اپنے ایک نیک بندے کی حیات دنیویہ میں ہی اُن سے ہمیں سچی عقیدت نصیب فرمائی اور استفادہ کا موقع بھی عطا کیا۔ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے سات سالہ قیام کے دوران تقریباً ہر ماہ حاضری کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ جب کراچی آگیا تو دو تین ماہ بعد ضرور حاضری دیتا اور دعائیں حاصل کرتا تھا۔ مجلہ صفدر سمیت اہم دینی و مسلکی امور میں اُن سے مشاورت رہتی تھی۔ مجلہ صفدر کے ”فتنہ غامدی نمبر“ کے لیے سب سے پہلے حضرت ہی کا مضمون موصول ہوا۔ اور بندہ ناچیز اس بے پناہ شفقت پر اُن کا زبانی شکریہ ادا کر چکا تھا اور تحریری طور پر خصوصی شکریہ کا عزم رکھتا تھا جواب خصوصی دعاؤں کے عزم میں بدل گیا ہے۔ ”فتنہ غامدی نمبر“ میں ہم اُس مضمون سے مستفید ہوں گے۔ ان شاء اللہ

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، اُن کی اولاد کو اُن کا صحیح جانشین بنائے اور اُن کے قائم کردہ ادارہ جامعہ عثمانیہ سمیت تمام باقیات صالحات کو تاقیام قیامت سلامت و آباد و شاد رکھے۔ آمین۔ مجلہ صفدر اپنی روایت کے مطابق ان شاء اللہ حضرت رحمہ اللہ پر خصوصی اشاعت شائع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ تمام اہل علم و قلم سے حسب سابق بھرپور علمی و قلمی تعاون کی خصوصی درخواست ہے۔ اللہ پاک اپنے اس نیک بندے کے صدقے ہم سب کی بخشش فرمائے اور سب کو اکابر اہل سنت کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم و دائم رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

یادگار واقعات (قسط ۵)

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

خوش طبعی کا ایک واقعہ

فرمایا کہ: خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی جمع تھے حضرت والد صاحب مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کو شریک فرما کر ان حضرات نے حلویہ تیار فرمایا کچھ احباب اور بھی تھے سب نے مل کر حلویہ تناول کیا حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اس وقت تشریف فرمانہ تھے اس لئے ان کا حصہ رکھ دیا گیا جب یہ سب حضرات اپنا حصہ کھا کر فارغ ہوئے تو حضرت مفتی صاحب بھی پہنچ گئے جب انہوں نے دیکھا کہ سب حضرات حلویہ کھا چکے ہیں تو فرمانے لگے کہ آپ حضرات نے یہ کیا کیا کہ میرے بغیر حلویہ کھالیا جبکہ مشہور یہ ہے کہ حلویہ تنہا نہ باید خورد تو آپ نے تنہا کیوں کھایا حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا حصہ رکھا ہوا ہے ہم نے آپ کا حصہ نہیں کھایا چنانچہ وہ حصہ انہیں پیش کر دیا گیا جب حضرت مفتی صاحب اکیلے کھانے لگے تو حضرت والد صاحب جو انتہائی بے تکلف دوست تھے فرمانے لگے کہ مفتی صاحب ہم بھی آپ کے ساتھ کھائیں گے آپ اکیلے نہیں کھا سکتے کیونکہ آپ نے خود ہی فرمایا ہے کہ حلویہ تنہا نہ باید خورد یہ کہہ کر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے اس سے پوری محفل کا لطف دو بالا ہو گیا۔

”ہدایۃ الحیران“ اکابر کی نظر میں

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں نے ”ہدایۃ الحیران“

کے نام سے تفسیر ”جواہر القرآن“ کا رد لکھنا شروع کیا تو اس زمانہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب لاہور تشریف لائے میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہدایۃ الحیران کا مسودہ میرے ساتھ تھا میں نے موقع دیکھ کر عرض کیا کہ مجھے تھوڑا سا وقت چاہئے آپ کو ”جواہر القرآن“ کا کچھ حصہ سنانا چاہتا ہوں حضرت نے حسب سابق ازراہ شفقت وقت عنایت فرمایا تو میں نے ”جواہر القرآن“ سے آیت ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الآية کی تفسیر سنائی جس میں مؤلف نے لکھا ہے کہ اس آیت کا حکم شان نزول کے اسی واقعہ سے ہے اب حضور علیہ السلام کی قبر سے استشفاع واستمداد جائز نہیں ہے میں نے اس کے رد میں جو کچھ لکھا تھا ابھی وہ نہیں سنایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب نہایت تعجب سے فرمانے لگے کہ اب تک ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا اور ان حضرات کا صرف طریق کار میں فرق ہے ہمارا طریقہ نرم اور سہل ہے ان کا سخت اور تشدد پر مبنی ہے اس سے زیادہ فرق نہیں ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ انہوں نے مسائل بھی بدل دیئے ہیں فرمانے لگے کہ پہلے میری رائے یہ تھی کہ آپ اس کے رد میں اتنی محنت نہ کریں آپ بیمار بھی ہیں اور اس میں بہت وقت لگے گا میرے خیال میں اس کا رد اتنا اہم نہ تھا لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کا رد لکھیں کیونکہ مسائل کی تبدیلی گوارا نہیں ہے حضرت والد صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت کو ابتدا سے ہی مجھ پر شفقت تھی بہت خیال فرماتے تھے اس لئے ”ہدایۃ الحیران“ کے حق میں نہ تھے لیکن جب میں نے ان کی تفسیر کا نمونہ سنایا تو پھر فرمانے لگے کہ واقعہً اس کے رد کی ضرورت ہے دراصل ان اکابر کو اس قسم کے مضامین پڑھنے کی فرصت کہاں ملتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ مسلک کے خلاف لکھنے پر جس قدر انہیں کوفت ہو سکتی ہے وہ دوسروں کو ہرگز نہیں ہو سکتی غالباً اسی مجلس میں یہ بات بھی آئی کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ طالب علم آٹھ سال تک ہمارے مدارس میں پڑھتا ہے مختلف اساتذہ کرام علماء عظام سے علم حاصل کرتا ہے جو علم و عمل کے پہاڑ معقول اور منقول کے ماہر ہوتے ہیں ہمارے ہی مدارس طلبہ کو ہر قسم

کی سہولتیں بھی فراہم کرتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ وہ دو مہینے کسی دوسری جگہ دورہ تفسیر پڑھنے سے ان کا ہم مسلک ہو جاتا ہے اس کا ذکر بڑے تعجب کے انداز میں کیا گیا حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں طالب علم کو صرف کتاب پڑھائی جاتی ہے جس فن اور موضوع کی کتاب ہے استاد طالب علم کو وہی پڑھا دیتا ہے ہدایہ پڑھانے والا بس ہدایہ پڑھا رہا ہے اور جلالین والا جلالین، کتاب تو محنت سے پڑھا دی جاتی ہے جس میں محنتی طالب علم ماہر بن جاتا ہے لیکن مسلک نہیں پڑھایا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ طالب علم مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد علوم و فنون میں تو خوب ماہر ہوتا ہے مگر مسلک، مزاج اور ذوق کا اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا دوسرے حضرات ایک دو ماہ میں صرف تفسیر نہیں پڑھاتے بلکہ اس مختصر وقت میں تفسیر تو پڑھانا ممکن ہی نہیں بلکہ وہ حضرات تفسیر کے نام پر اپنا مسلک پڑھاتے ہیں طالب علم کے ذہن میں اپنے نظریات اور مسلک ڈالا جاتا ہے اسی کی خصوصی تربیت اس کو دی جاتی ہے اس لئے اس مختصر سی مدت میں وہ انہی کا ہو جاتا ہے جو چیز آٹھ دس سال کے عرصہ میں اسے نہیں ملی تھی وہ دو ماہ میں مل گئی یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ طالب علم کو صرف کتاب نہیں پڑھانی چاہئے بلکہ کتاب کے ساتھ اس کو اکابر کا مسلک و مشرب ان کے عقائد و نظریات بھی پڑھائے جائیں اور اکابر کا ذوق و مزاج بھی سکھایا جائے اس کیلئے ملک کے بڑے ادارے اگر اہتمام کریں تو جلد فائدہ کی امید ہے۔

علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ کی زیارت ہوئی ان سے ”جواہر القرآن“ کے ایک مقام جو تحویل قبلہ کے متعلق تھا میں نے پڑھ کر سنایا مؤلف مذکور نے اس میں لکھا تھا کہ تحویل قبلہ کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور منشا کے خلاف تھا آپ اس وقت یہ نہیں چاہتے تھے کہ تحویل کا حکم آجائے انہوں

نے تقلاب میں باب تفعل کی خاصیت تکلف سے یہ استدلال کیا حضرت افغانی یہ سن کر حیران ہوئے فرمانے لگے یہ تحریف ہے قرآن کریم کے سیاق و سباق اور احادیث کے صراحۃً خلاف ہے اور یہ قرآن کریم کی صریح تحریف ہے حضرت والد صاحب نے اس نظریہ کی ”ہدایۃ الخیر ان“ میں تفصیلاً تردید فرمائی ہے حضرت کی تالیفات میں اس کی قدرے تفصیل موجود ہے قارئین وہاں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا احمد شاہ چوکیروی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا احمد شاہ صاحب چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے مولانا ندیر احمد مخدوم بھی ان کے ساتھ تھے حضرت والد صاحب سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے تفسیر ”جواہر القرآن“ کے رد میں کوئی کتاب تحریر فرمائی ہے میں اس کو سننے آیا ہوں آپ وہ کتاب مجھے سنائیں، حضرت والد صاحب نے ”ہدایۃ الخیر ان“ کا مسودہ ان کو سنایا حضرت موصوف نے بڑے غور سے اس کو سنا اور جا بجا مقامات پر بہت داد دی اور مخدوم صاحب کو بھی بطور خاص بعض مقامات پر متوجہ کیا کتاب سن کر فرمانے لگے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو اس کیلئے کھول دیا اس لئے آپ نے بہت شاندار رد لکھا ہے انہوں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا ولی اللہ صاحب کے حوالے سے بیان فرمایا کہ حضرت الاستاذ فرماتے تھے کہ حیات کا مسئلہ علم عقائد کی کتابوں میں نہیں ہے اس کا کیا جواب ہے؟ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ عذاب و ثواب حیات پر متفرع ہے اور کتب عقائد میں عذاب قبر کو اہل سنت کے عقائد میں بڑی اہمیت سے بیان کیا جاتا ہے اس لحاظ سے حیات فی القبر سے کتب عقائد کو خالی نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور جس زمانہ میں دارالعلوم کبیر والا میں مدرس تھے ان کو معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر جواہر القرآن پر رد لکھا ہے اور خلاف جمہور اقوال کی تردید فرمائی ہے حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے ایک طالب علم کو ساہیوال حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ہدایۃ الحیران کا مسودہ نقل کر کے لائے چونکہ اس زمانہ میں فوٹو سٹیٹ وغیرہ کی سہولتیں کم تھیں اور یہ کتاب طبع بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اس طالب علم نے پوری کتاب کا مسودہ ہاتھ سے نقل کیا اور حضرت صوفی صاحب مدظلہم کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے اس کو تفسیر جلالین کے طلبہ کو پڑھایا اس جماعت میں مولانا غلام یاسین حال مخدوم پور پہوڑاں، مولانا قاری خان محمد صاحب حال خطیب آرمی پنڈی کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہم حال شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا بھی شامل تھے۔ ان حضرات نے طبع ہونے سے قبل ہی سبقاً ان تفسیری مقامات کو پڑھ کر یاد کر لیا تھا، حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے اس لئے اس کا اہتمام فرمایا کہ جلالین کے طلبہ تفسیر کو سمجھنے کی چونکہ استعداد رکھتے ہیں اس لئے وہ جواہر القرآن کے تفردات اور ان کی تردید کو بھی خوب سمجھ سکیں گے اور انہیں جمہور اہل سنت کے مسلک کے ساتھ دوسرے فریق کے تفسیری تفردات کا بھی بخوبی علم ہو جائے گا اس طرح وہ اپنے اکابر کی پیروی میں صحیح مسلک پر قائم رہتے ہوئے گمراہی سے بچ جائیں گے۔

تصدیقات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ

”ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن“ لکھنے کے باوجود حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا عبداللہ درخوasti رحمۃ اللہ علیہ سے جامع مسجد سراج العلوم سرگودھا میں عرض کیا کہ آپ اس کو دیکھ لیں اور اس پر کچھ تحریر فرمادیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے حضرت درخوasti مجھے الگ لے گئے اور فرمایا کہ بھائی ہم سیاسی لوگ ہیں ہمارے لکھنے سے مسئلہ سیاسی رنگ اختیار کر جائے گا آپ اس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے لکھوائیں ان کے لکھنے کے بعد کتاب کی حیثیت مسلم ہو جائے گی اہل علم علماء طلبہ اور عوام سب کو ان حضرات پر اعتماد ہے۔ حضرت والد صاحب

فرماتے تھے کہ مجھے حضرت درخواستی کی بات پسند آئی چنانچہ اس کے بعد میں نے یہ کتاب ان حضرات کو پیش کی اور اس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور حضرت مفتی محمد وجیہ صاحب اور حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ سے تصدیق لی۔
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لائے حضرت والد صاحب بھی حاضر ہوئے ان دنوں حضرت مولانا ”ہدایۃ الخیر ان“ کا مسودہ سماعت فرما رہے تھے حضرت مفتی عبدالستار صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہما اس کتاب کا مسودہ حضرت کو سناتے تھے حضرت نے اول سے آخر تک حرفاً حرفاً اس کو سن کر اس پر تصدیق تحریر فرمائی اس ملاقات میں حضرت والد صاحب کے طرز تحریر پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا فرمانے لگے کہ آپ نے جو اہل القرآن کے تفردات کا رد بہت احتیاط سے کیا کوئی اور لکھتا تو ان کی تکفیر کرتا۔
رسالہ فیض روحانی

دارالعلوم کبیر والا کے استاذ معقول و منقول کے جامع اور فاضل دیوبند حضرت مولانا علامہ منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ جو نہایت محقق عالم اور قابل مدرس تھے حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ دارالعلوم میں ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے رسالہ ”فیض روحانی از اولیاء ربانی“ پر بڑی خوشی کا اظہار کیا فرمایا کہ اس رسالہ میں استعانت کی اقسام اور احکام کو سہل انداز سے جمع کیا گیا اور تمام قسموں کا اچھا انضباط کر دیا گیا ہے جو اہل علم کیلئے بھی بہت مفید ہے میں تفسیر بیضاوی کے مقام ایساک نعبد و ایساک نستعین کی تقریر و تشریح میں اسی رسالہ سے استعانت واستمداد کی اقسام طلبہ کو پڑھاتا اور لکھواتا ہوں ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے اس کو بہت آسان فرمادیا ہے۔ حضرت والد صاحب نے استمداد کی کل آٹھ قسمیں اس میں بیان فرمائی ہیں اور پھر ان کی تفصیل فرما کر ہر ایک قسم کا حکم بھی بیان فرمادیا ہے۔ (جاری.....)

مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم

تواریخ وفات

حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل دارالعلوم دیوبند

(۱) الحاج مولانا امام شیخ محمد نافع

$$۱۷۱ + ۱۲۶۵ = ۱۴۳۶ھ$$

(۲) علامہ زماں مولانا محمد نافع فاضل دارالعلوم دیوبند

$$۲۴۴ + ۴۰۱ + ۱۳۶۹ = ۲۰۱۴ء$$

(۳) وحید العصر مولانا محمد نافع مصنف رجاء پیٹھم

$$۴۱۹ + ۴۰۱ + ۶۱۶ = ۱۴۳۶ھ$$

(۴) مولانا محمد نافع تلمیذ گل جہاں مولانا اعجاز علی

$$۴۰۱ + ۱۱۸۰ + ۴۳۳ = ۲۰۱۴ء$$

(۵) مولانا محمد نافع مؤلف جادو بیان سیرت معاویہ

$$۴۰۱ + ۱۰۳۵ = ۱۴۳۶ھ$$

(۶) فانما قال جل کلامہ فہو فی عیشة راضیة

$$۴۳۲ + ۱۵۸۲ = ۲۰۱۴ء$$

(۷) فقال اللہ جل قولہ ارجعی الی ربک راضیة

$$۴۵۱ + ۱۵۶۳ = ۲۰۱۴ء$$

(۸) بندہ مسکین خلیل احمد تھانوی

$$۲۴۱ + ۱۱۹۵ = ۱۴۳۶ھ$$

محترم انجم نیازی

عظیم مصنف و مؤرخ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے وصال پر

عظمتوں کا ٹوٹ کر روشن ستارہ گر گیا
 مسجد اسلام کا اونچا منارہ گر گیا
 ملت اسلامیہ پھر سے اpanچ ہو گئی
 دور جاکر روشنی کی اک کرن پھر کھو گئی
 سو برس تک یہ دیا اسلام کا جلتا رہا
 دین اس کی روشنی میں پھیلتا پھیلتا رہا
 یہ مؤرخ، یہ محقق، یہ مدبر چل دیا
 کون آئے پھر نجانے دوسرا، یہ تو گیا
 کتنے ہی سورج چھپے تھے ایک اس کی ذات میں
 کتنی مہکاریں نہاں تھیں اس کی اک بات میں
 وہ ہمارے واسطے اک شعلہ مستور تھا
 اس کے اک ایک لفظ میں حقانیت کا نور تھا
 کتنے پروانے یہاں پر ہاتھ ملتے رہ گئے
 جانے والے جاتے جاتے جانے کیا کچھ کہہ گئے
 تو نسوی، درخواستی، اپنے محقق سرفراز
 جو رہے دنیا کی ساری خواہشوں سے بے نیاز
 مظہر و نافع، لطیف آئے تھے جانے کے لیے
 اب بچا کچھ بھی نہیں انجم لٹانے کے لیے

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ: صدر جامعہ مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے موقع پر گستاخانہ خاکوں کی پرزور مذمت کی۔ بعد عصر جامعہ میں ہفتہ وار اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔
۶: حضرت مولانا علامہ محمد عبدالغفار تونسوی مدظلہم جامعہ میں تشریف لائے اور سہ روزہ فرق باطلہ کے رد پر درس ارشاد فرمایا۔ ۸: صدر جامعہ مدظلہم چار روزہ اصلاحی دورہ پر راولپنڈی، اسلام آباد، مری تشریف لے گئے کئی مقامات پر اصلاحی بیان ہوئے۔ ۱۴: مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ نیز ادارہ غفران راولپنڈی سے حضرت مولانا مفتی محمد رضوان مدظلہم مع احباب سہ روزہ دورے پر جامعہ تشریف لائے۔ ۱۸: حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم جامعہ تشریف لائے، درجہ کتب اور تخصص کے طلبہ کو مختصر نصائح ارشاد فرمائیں۔

جامعہ حقانیہ محلہ قلعہ والا

جامعہ ہذا کے دو صحنوں کا فرش خراب ہو چکا تھا اس لیے اب دوبارہ نیا فرش لگایا جا رہا ہے۔ جس کا تخمینہ لاگت تقریباً چار لاکھ روپے ہے۔
جامع مسجد ترمذی:

ساہیوال حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 76x94 کی چھت کے بعد اوپر کی تعمیر کا کام زیر غور ہے۔ جس میں مسجد کے ہال، برآمدے پہلی اور دوسری منزل کی تعمیر کا کام ہے، تخمینہ لاگت تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپے ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔